ĪQĀN- Vol: 03, Issue: 02, Jun-2021
DOI: 10.36755/iqan1932.2021-PP: 211-230

OPEN ACCESS
ĪQĀN
pISSN: 2617-3336
eISSN: 2617-3700
www.iqan.com.pk

السنۃ الترکیۃ اور اتحاد امہ کے تقاضے: تحقیقی جائزہ

Requirements of Unity of Ummah and al-Sunnah al-Tarkiyyah: A Research Review

Muhammad Usman Khalid < hafiznaeemhafeez@gmail.com >
Ph. D. Scholar, Department of Islamic Studies,
University of Engineering & Technology, Lahore, Pakistan.
Dr. Hafiz Muhammad Shahbaz
Associate Professor, Department of Islamic Studies,
University of Engineering & Technology, Lahore, Pakistan.

Version of Record
Received: 12-Mar-21; **Accepted**: 01-Jun-21; **Online/Print**: 30-Jun-21

ABSTRACT
Islam is a complete code of conduct which is an excellent system of practical guidance in all walks of life. The perfection of Islam is clear and there is no room for increase or decrease in it. The basic teachings of Islam are preserved in the form of Qur'an and Sunnah. From the Shari'ah point of view, the second source of Islam side by side with the Qur'an which fulfills the requirements of faith and action is obedience to the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) whose only source is the blessed Sunnah. Sometimes he would issue an order to guide the ummah in a particular issue and in some cases it would be more effective to present a practical example. By remaining silent, you seem to justify this act. In the same way, sometimes you seem to be giving up a task and guiding the ummah, that is, those actions are not a part of your action. Such actions are called Al-Sunnah Al-Tarkiah. The types of Al-Sunnah Al-Tarkiah and its legal status have been discussed in the research under review.
Keywords: *Sunnah, Tarkiyyah, Legal Status, Unity, Muslim Ummah.*

تعارف:

رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات پر ہمیں عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ کوئی کام جان بوجھ کر چھوڑ دیتے تھے باوجودیکہ آپ ﷺ اس کام کے کرنے پر قادر ہوتے تھے اور اس کام کا تقاضا بھی موجود ہوتا تھا پھر بھی آپ ﷺ کسی مانع اور

CC BY

رکاوٹ کے نہ ہونے کے باوجود اس کام کو نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا یہ ایسے کام تھے جن کے نہ کرنے کا اشارہ دیا گیا۔ اگر ان کا کرنا مفید ہوتا تو رسول ﷺ ضرور کرتے ۔ نتیجتاً ہمیں بھی ان افعال کو بجالانے کی قطعاً حاجت نہیں ہونی چاہیے۔ شرعی احکام کی وضاحت کے لیے نبی ﷺ کی سنت کا ایک اور پہلو بھی موجود ہے جس کی طرف کم توجہ دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بہت سارے مسائل میں نبی ﷺ سے ان کا "ترک" کرنا بھی ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے ان افعال کو سرانجام نہیں دیا۔ ایسے افعال کو السنۃ الترکیۃ[1] کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے چھوڑے ہوئے کاموں کی تقسیم مختلف اعتبار سے مختلف ہے اور ان پر عین اسی طرح عمل کرنے سے ہی امت مسلمہ میں وہ اتحاد پیدا ہوگا جو کہ صحابہ کا خاصہ تھا۔

سنت نبوی میں السنۃ الترکیۃ کی مثال یہ روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس کے پاس مال نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے، خود بھی نفع اٹھائے اور خیرات کرے لوگوں نے کہا اگر یہ بھی میسر نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا: حاجت مند مظلوم کی امداد کرے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اچھی باتوں پر عمل کرے اور برائیوں سے رکے اس کے لیے یہی صدقہ ہے۔[2] مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ نے "شر" کے "ترک" کو صدقہ قرار دیا اور صدقہ ضروری طور پر فعل ہی ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی کام کا" ترک" کرنا بھی فعل ہی کی ایک قسم ہے۔ جن کاموں کو رسول اللہ ﷺ نے ترک کیا ہو وہ حجیت کی عین دلیل ہیں اور ان میں ترک اختیار کرنا ہی ان کے فعل کا تقاضا ہے۔ لہٰذا اتحاد امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ بدعات کی راہیں مسدود کی جائیں اور السنۃ الترکیۃ کو حجت مانا جائے۔

سنت فعلیہ کا مفہوم تو بالکل واضح ہے تاہم سنت فعلیہ کی ہی ایک دوسری قسم السنۃ الترکیۃ بھی ہوتی ہے۔ صحیح طور پر سنت کی پیروی کرنے کے لیے اس کی معرفت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ السنۃ الترکیۃ کی معرفت حاصل کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے فرمان: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔[3] پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ آج امت مسلمہ میں جو جو اختلافات سامنے آرہے ہیں ان کی جڑیں دراصل السنۃ الترکیۃ کے علم میں غفلت سے جاملتی ہیں۔ اگر السنۃ الترکیۃ پر عمل کو رواج دیا جائے تو امت مسلمہ کافی مسائل سے بچ سکتی ہے۔ السنۃ الترکیۃ کی معرفت اس کی اقسام کی معرفت سے ہی ممکن ہے۔ ان اقسام کے مطالعہ سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ ترک ارتکاب میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار واضح ہو جائے گا اور واضح احکامات کی روشنی میں دین پر عمل نہایت آسان ہوگا جس کے نتیجے میں امت میں نااتفاقی کی راہیں مسدود ہوں گی اور اتحاد واتفاق کی راہیں ہموار ہوں گی۔ نتیجتاً الفت ومودت سے سجا ایک خوشگوار معاشرہ وجود میں آئے گا۔

پہلی تقسیم:

السنۃ الترکیۃ کی پہلی تقسیم باعتبار قصد ترک کے ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ترک مقصود اور ترک غیر مقصود

ترک مقصود:

اس سے مراد ایسے امور ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ضرورت یا سبب کے موجود ہونے کے باوجود چھوڑ دیا۔

جیسے سر مبارک میں مانگ نہ نکالنا۔[4] عیدین کے لیے اذان واقامت چھوڑنا[5] لہٰذا ان امور میں آپ ﷺ کے ترک پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ ایک مسلمان پر یہی فرض ہے کہ وہ سنت کی عین پیروی کرے۔

ترک غیر مقصود:

اس سے مراد وہ امور ہیں جنہیں آپ ﷺ نے اپنے زمانے میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ یہ امور آپ ﷺ کے عہد مبارک میں پیش نہیں آئے تھے جیسے کسی مہینے کی ابتداء وانتہاء اور نماز کے اوقات کے لیے فلکی اندازے متعین کرنا۔ فلکی اندازے آپ ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تھے اس لیے آپ ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا ان امور میں آپ ﷺ کے ترک پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔

دوسری تقسیم:

السنة الترکیة کی دوسری تقسیم باعتبار وجود فعل کے ہے اس کی چھ اقسام ہیں:

ترک عدمی: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کام کو بالکل نہ کیا ہو چاہے اس کام کی ضرورت تھی جیسے عیدین کے لیے اذان واقامت نہ کہنا[6] یا اس کام کی ضرورت نہ تھی جیسے قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنا۔ لہٰذا بعد کے ادوار میں جب ضرورت محسوس ہوئی تو صحابہ کرام نے مصحف کی شکل میں قرآن جمع کیا تو وہ بدعت نہ کہلایا کیونکہ مباح معاملات ضرورت کی مناسبت سے طے کیے جاتے ہیں۔

الھم: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کام کے کرنے کے لیے ارادے کا اظہار کیا ہو لیکن وہ کام کیا نہ ہو جیسا کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو جلانا[7] اور بیت اللہ کو حضرت ابراہیم ☐ کی بنیادوں پر بنانا۔[8] ایسی صورت میں ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے کہ ہم اس کام کو نہ کریں کیونکہ اس فعل میں حکمت نہیں ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ نبی ﷺ کا کسی کام کو ترک کرنا لیکن صحابہ کرام ☐ کو اس کام سے منع نہ کرنا۔ جیسے "ضب" کا گوشت آپ ﷺ نے نہیں کھایا لیکن صحابہ کرام ☐ کو منع بھی نہیں کیا۔[9] ان معاملات میں ہمارے لیے نبی ﷺ کے ترک کی پیروی ضروری نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے صحابہ کے لیے اسے جائز قرار دے کر معاملہ کی وضاحت فرمادی اور وہی اب حجت بن گئی۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ کوئی کام آپ ﷺ نے خود تو نہ کیا ہو لیکن اس کے کرنے کا حکم دیا ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے اذان خود تو نہیں دی لیکن صحابہ کرام کو اس کی ترغیب دی اور اذان کہنے والوں کی فضیلت کو بیان فرمایا۔[10] لہٰذا اذان دینا باعث ثواب وفضیلت ہے۔ ایسے معاملے میں بھی حکم نبوی کی ہی اتباع ہو گی۔

پانچویں قسم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کوئی کام خود تو کیا ہو لیکن اس کا حکم نہ دیا ہو جیسا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا۔ آپ ﷺ نے خود تو اس پر عمل کیا لیکن صحابہ کرام کو اس کا حکم نہیں دیا۔[11] لہٰذا ہر نماز کے بعد مسواک شرط نہیں بلکہ امر مباح ہے۔

چھٹی قسم ترک وجودی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ابتدا میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے کوئی کام کیا لیکن بعد میں اس پر عمل چھوڑ دیا جیسا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا۔ اس پر آپ ﷺ اور صحابہ کرام عمل کرتے تھے لیکن بعد میں اس پر عمل چھوڑ دیا۔[12] ایسی صورت میں بعد میں کیے جانے والے فعل کا اعتبار ہو گا۔ جس کی وضاحت نبی ﷺ نے جس انداز سے کی وہی حجت کہلائی جائے گی

جس کے کرنے کا کہا وہ حجت ہے جس سے رک جانے کا کہا وہ حجت ہے، جس کے بارے اختیار دیا وہاں اختیار حجت ہے جس کے بارے میں تلقین کی وہ تلقین حجت ہے یعنی حکم کا اعتبار ہو گا اور کسی مانع کو دلیل نہیں بنایا جائے گا۔

تیسری تقسیم:

السنۃ الترکیۃ کی تیسری تقسیم باعتبار علت ترک کے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کام چھوڑا ہو گا اس کا کوئی سبب ہو گا یا نہیں ہو گا۔ اس لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہیں: ترک معلل اور ترک غیر معلل

ترک معلل:

اس سے مراد یہ ہے کہ جو کام آپ ﷺ نے چھوڑا اس کی علت وسبب کو بھی بیان کر دیا جیسا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا۔ آپ ﷺ نے اپنی امت پر شفقت کی وجہ سے اس کا حکم نہیں دیا اور اس کا سبب آپ ﷺ نے یہ بیان فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔[13] لہٰذا امت مسلمہ کا کوئی فرد کسی دوسرے کی ایسے امور سے متعلق بازپرس نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے مباح امور میں جو جس طریق پر چاہے اسی پر عمل کرے اور ان پر اختیار کا استعمال ہی امت مسلمہ میں اتحاد کا تقاضا ہے۔

ترک کے اسباب:

آپ ﷺ نے جتنے بھی کام چھوڑے ہیں ان کے مندرجہ ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

آپ ﷺ نے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے پہلے آپ ﷺ کا وصال ہو گیا جیسے دس محرم کے روزہ کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنا[14] اور یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنا۔[15] آپ ﷺ نے ان کا ارادہ کیا لیکن کر نہ سکے کیونکہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ارادے کو حجت مانا جائے لیکن بہر حال اب یہ امت کے لیے اختیاری امور ہیں اور ان میں آپ ﷺ کے ارادے سے مماثل فیصلہ کیا جانا افضل ہے۔ آپ ﷺ نے کوئی کام طبعی کراہت کی وجہ سے چھوڑا۔ جیسے "ضب" کا گوشت کھانا۔[16] آپ ﷺ اسے طبعاً ناپسند فرماتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے "ضب" کا گوشت نہیں کھایا لیکن امت کے لیے جائز رکھا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو "ضب" کا گوشت کھالیں تاکہ امت پر گرانی نہ گزرے۔ کسی کام کو آپ ﷺ نے دوسرے کے حق کی رعایت کرتے ہوئے چھوڑا جیسا کہ لہسن اور پیاز کا استعمال آپ ﷺ نے اس لیے چھوڑا تاکہ فرشتوں کو تکلیف نہ ہو۔[17] لیکن اب عام مسلمان ان کا استعمال کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ پرہیز کی تلقین انہیں نہیں کی گئی۔ لہٰذا عام مسلمان لہسن یا پیاز کا استعمال جیسے چاہیں کر سکتے ہیں البتہ نمازوں کے اوقات میں منہ کی "بو" کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

کوئی کام آپ ﷺ نے اس لیے چھوڑا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے جیسا کہ نماز تراویح آپ ﷺ نے صرف تین راتیں پڑھانے کے بعد چھوڑ دیں۔[18] لہٰذا تراویح کی جماعت ہوتی رہتی تو ہم پر یہ نماز فرض ہو جاتی لیکن دور نبوی کے بعد جس طرح حضرت عمر □ نے اس کی جماعت کا آغاز کیا تو ان کی پیروی کی جائے گی لیکن فرض کی حیثیت سے نہیں بلکہ سنت کی حیثیت سے۔ کچھ کام آپ ﷺ نے اپنی امت

پر شفقت کی وجہ سے چھوڑے۔ جیساکہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا۔[19] ایسے معاملات اس لیے مشروع نہ کیے گئے کیونکہ ہر انسان ان پر عمل کا اہل نہیں ہوتا۔ کچھ کام آپ ﷺ نے فتنہ وفساد برپا ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے جیساکہ بیت اللہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر بنانا۔ آپ ﷺ نے اس کام کو اس لیے چھوڑا کہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے کہیں اس عمل سے دوبارہ کفر اختیار نہ کر لیں۔[20] کیونکہ یہ غالب امکان تھا کہ لوگ سوچنے لگیں گے کہ محمد ﷺ اپنے آباء واجداد[21] کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے ایسے امور انجام دے رہے ہیں۔ بیت اللہ میں ردوبدل کو نبی ﷺ نے فتنہ وفساد کے ڈر سے اختیار نہ کیا گویا کہ آپ ﷺ نے اتحاد قائم رکھنے کے لیے اپنے ارادے کو ترک کر دیا کیونکہ امت میں اتحاد قائم رکھنا بھی ترجیحاً ضروری ہے۔ کسی کام سے روکنے کے لیے آپ ﷺ نے خود وہ کام چھوڑ دیا جیساکہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ آپ ﷺ نے نہیں پڑھائی تاکہ لوگ اس عمل سے بچ سکیں۔[22] آپ ﷺ کا ایسا کرنا نہ صرف امت کے لیے دلیل کا سبب بنا بلکہ امت مسلمہ کو خودکشی سے نفرت دلانے کا موجب بھی ہے۔ کچھ کام آپ ﷺ نے کفار کی مخالفت کرنے کے لیے چھوڑ دیے جیساکہ دس محرم کا روزہ رکھنا۔ اس کو آپ ﷺ نے یہود کی مخالفت کرنے کے لیے چھوڑا اور اس کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنے کا اعلان فرمایا۔[23] کیونکہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی بھی معاملہ میں وہ کفار کو اپنے ہم پلہ خیال کریں یا ان کی پیروی کریں۔

لہٰذا اتحاد امت مسلمہ کا تقاضا یہ ہے کہ جس کام کے بارے میں نبی ﷺ نے جس طرح عمل کیا ہو ہم بھی اسی طرح ہی عمل کریں جہاں کچھ ترک کیا اسے ترک کر دیں جہاں کوئی فعل بجالائے اسے ہم بھی بجالائیں کیونکہ آپ ﷺ کے اوامر ونواہی، فعل وترک سب کے سب حکمتوں پر مشتمل ہیں اور وحی غیر متلو کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ترک غیر معلل:

نبی ﷺ نے کچھ کام بغیر کسی سبب کے بھی چھوڑے ہیں جیساکہ عیدین کے لیے اذان واقامت کو چھوڑ دینا۔[24] آپ ﷺ نے اس کا کوئی سبب نہیں بیان کیا۔ ایسی صورت میں ہمارے لیے ان پر بعینہٖ عمل کرنا ضروری ہے۔ ترک معلل اور ترک غیر معلل کی وضاحت سے واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے لیے ترقی اور امن وخوشحالی نیز اتحاد واتفاق کے راستے متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نبی ﷺ کے واضح احکامات وترک شدہ اعمال پر بعینہٖ عمل کیا جائے تاکہ امت مسلمہ انتشار سے بچ سکے۔

چوتھی تقسیم:

السنة الترکیة کی چوتھی تقسیم باعتبار کل اور جزو کے ہے۔ اگر کسی کام کو نبی ﷺ نے ترک کر دیا ہو تو وہ درج ذیل باتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ ترک کلی ہوگا کہ آپ ﷺ نے اسے مطلق طور پر ترک کیا ہوگا یا آپ ﷺ نے اسے پہلے کیا ہوگا پھر بعد میں اسے ترک کیا ہوگا اور ترک کرنے کے بعد پھر کبھی نہیں کیا ہوگا یا پھر وہ ترک جزئی ہوگا یعنی آپ ﷺ نے اس کو ترک کرنے کے بعد بھی کیا ہوگا یا پھر وہ ایک اعتبار سے تو کلی ہوگا اور دوسرے اعتبار سے جزئی ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کوئی کام یا تو بالکل نہیں کیا یا ایک دفعہ کیا یا ایک مقام پر کیا اور وہی کام دوسری جگہ پر نہیں کیا۔ مذکورہ اقسام میں ہمارے لیے خیر اسی میں پوشیدہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے اوامر ونواہی پر "من وعن" عمل کریں۔

ترک کلی:

ترک کلی یہ ہے کہ نبی ﷺ نے معاملات میں سے کسی معاملے کو ترک کیا ہو اور اسے ترک کرنے کے بعد دوبارہ کبھی نہ لوٹایا ہو چاہے آپ ﷺ نے اس کو ترک کرنے کی کوئی علت بیان فرمائی ہو یا نہ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ ترک وجودی ہو یا ترک عدمی ہو لیکن یہ ترک عدمی میں زیادہ ظاہر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی فعل نبی ﷺ کی طرف سے اصل میں نہیں پایا جاتا و گرنہ وہ ترک وجودی ہوگا جیسا کہ آپ کا وضو اور نماز کی نیت کرتے ہوئے نیت کے الفاظ کو ترک کرنا اور عیدین کے لیے اذان و اقامت کو ترک کرنا، عید گاہ کی طرف منبر نکلوانے کو ترک کرنا اور آپ ﷺ کا اس دعا کو ترک کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب قبر سنا دے[25] یہ دعا آپ ﷺ نے کبھی نہیں کی۔ ایسے معاملات میں ہمارے لیے بھی ترک کلی سے کام لینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی عدمی تروک ہیں۔ باقی رہے دوسرے تروک تو ان کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

(i) کسی ایسے ارادے کو کلی طور پر ترک کرنا جس کو ترک کرنے کی کوئی علت ہو جیسا کہ نبی ﷺ کا نماز سے پیچھے رہ جانے والوں کے گھروں کو جلانے کو ترک کرنا جس کی آپ ﷺ نے اپنے اس قول کے ساتھ علت بیان فرمائی: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے۔[26] اسی طرح آپ ﷺ کا غیلہ[27] سے منع کرنے کے ارادے کو ترک کرنا اس کی یہ علت بیان کرنا کہ فارس و روم والے یہ عمل کرتے ہیں اور یہ چیز ان کی اولادوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔[28] گویا کہ علت کے سبب حضور ﷺ نے کسی کام کو منع کیا اور اس کی علت کو مکمل واضح کر دیا تو وہ ترک کلی ہے اور ہمارے لیے بھی اسے کلی طور پر ترک کرنا لازم ہے۔

(ii) جس کے کرنے کو بھی کلی طور پر ترک کر دیا ہو اور اس سے منع کرنے کو بھی کلی طور پر ترک کر دیا ہو جیسا کہ آپ ﷺ کا "ضب" کے کھانے کو کلی طور پر ترک کر دینا اور اس سے منع کو بھی ترک کر دینا اور آپ ﷺ نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ یہ میری قوم کے علاقے میں نہیں پائی جاتی اس لیے مجھے اس سے کراہت ہوتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کا ٹیک لگا کر کھانے کو ترک کرنا یعنی چہار زانو بیٹھنا یا اس کے مشابہہ انداز میں بیٹھنا اور اپنے نیچے رکھے کسی بستر یا تکیے پر ٹیک لگانا پس جو بھی بستر پر دراز ہوتا ہے اسے ٹیک لگانے والا کہیں گے اور اس کا معنی یہ ہے یعنی میں اس شخص کی طرح نہیں کھاتا جو بہت زیادہ کھانا کھانا چاہتا ہے اور کھانے کے لیے سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔[29] حدیث کے آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے ایک عام بندہ کھاتا ہے اور میں ایسے بیٹھتا ہوں جیسے ایک عام بندہ بیٹھتا ہے۔[30] آپ ﷺ کا اس حالت میں بیٹھ کر کھانے سے منع کرنے کو ترک کرنا۔ لہٰذا امت مسلمہ پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مکمل پیروی کرے۔

(iii) جس کو آپ ﷺ نے خود کیا ہو اور اس کا حکم دینے کو کلی طور پر ترک کر دیا ہو جیسا کہ آپ ﷺ کا ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کے حکم کو ترک کرنا کیونکہ اس میں مسلمانوں پر مشقت ہے لہٰذا اب ہمارے لیے ہر نماز کے وقت مسواک کرنا لازم نہیں ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا مسلمانوں پر مشقت کے ڈر سے ہر نماز کے وقت وضو کرنے کے حکم کو ترک کرنا۔[31] جب کہ آپ ﷺ خود ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے، سوائے فتح مکہ کے موقع کے۔[32]

(iv) وہ ترک وجودی جس کی علت بیان کی گئی ہو اور وہ، وہ ہے جس کو پہلے نبی ﷺ نے کیا ہو پھر کسی علت کی وجہ سے اسے ترک کر دیا ہو جیسا کہ اسلام کے مستحکم ہو جانے کے بعد آپ ﷺ کا اہل کتاب کی مخالفت میں اپنے بالوں میں سدل (بالوں کو سیدھا چھوڑنا) کرنے کو ترک کرنا[33] اسی طرح نماز کی طوالت کو ترک کرنا جبکہ آپ ﷺ نماز کو طویل کرنے کا ارادہ کر چکے تھے لیکن بچے کے رونے کی آواز پر نماز کی طوالت کو بچے کی ماں پر شفقت کرتے ہوئے ترک کر دیا۔[34] اسی طرح آپ ﷺ کا سونے کی انگوٹھی کو پھینک دینا جب آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس کام میں آپ ﷺ کی اقتداء کرنے لگے ہیں۔[35] لہٰذا ایسے امور جن میں خدشہ تھا کہ امت مشقت میں پڑ جائے گی یا وہ امت پر لازم ہو جائیں گے تو حضور ﷺ نے اختیاری طور پر ان امور کو ترک کر دیا لیکن اب ہمارے لیے وہ مباحی کیفیت بن گئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی کام کو ترک کرنے یا اجازت دینے کے پیچھے ایسے راز اور حکمتیں پوشیدہ تھیں جو تا قیامت امت مسلمہ کو فائدہ دینے والی ہیں اور ان پر "من و عن" عمل امت مسلمہ کو بہت سے بوجھ اور مشقتوں سے بچانے اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا باعث ہیں لہٰذا ان پر عمل ہر حال میں لازم ہے۔

ترک جزئی:

کبھی کسی کام کو نبی ﷺ جزئی طور پر ترک کر دیتے تھے یعنی وہ کام آپ ﷺ کی طرف سے پایا جاتا ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ نبی ﷺ کا عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا[36] نبی ﷺ نے نماز عشاء کی تاخیر کو کلی طور پر ترک نہیں کیا بلکہ اس کو مؤخر کیا ہے لیکن مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے اس پر ہمیشگی نہیں فرمائی۔ اسی طرح آپ ﷺ کا چاشت کی نماز کو ترک کرنا پس صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات روایت نہیں کی کہ آپ ﷺ نے چاشت کی نماز ادا کی ہو سوائے ایک دفعہ کے[37] اور اگر آپ ﷺ اس پر ہمیشگی کرتے تو یہ بات مشہور ہوتی۔ اسی طرح آپ ﷺ کا کبھی کبھار بہت عرصے تک نفلی روزوں کو ترک کرنا حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ آپ ﷺ روزہ رکھیں گے ہی نہیں، پھر آپ ﷺ روزے رکھنا شروع کرتے حتیٰ کہ کہا جاتا کہ آپ ﷺ روزہ چھوڑیں گے ہی نہیں۔[38] اسی طرح آپ ﷺ کا کچھ غزوات کو ترک کرنا[39] جبکہ یہ بات معلوم شدہ ہے کہ آپ ﷺ نے بہت زیادہ غزوات کی قیادت کی بلکہ ان میں سے کچھ کا تو قرآن میں بھی ذکر ہے۔ لہٰذا یہ سب جزئی ترک کردہ اعمال دراصل امت کو عطا کیے جانے والے اختیارات ہے جن میں ان اعمال کا نیکی ہونا بھی واضح کر دیا گیا اور ان پر عمل بھی انسان کی منشا پر چھوڑ دیا گیا۔ ان اعمال کو اسی طرح اختیار کرنا امت مسلمہ کے لیے اہم اور لازم ہے کہ نہ تو ان پر ہمیشگی کو خود پر لازم کرے اور نہ ہی ان کو کلی طور پر ترک کیا جائے۔

ترک کلی من وجہ و ترک جزئی من وجہ:

کبھی کبھی نبی ﷺ کا ترک ایک اعتبار سے کلی اور دوسرے اعتبار سے جزئی ہوتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کسی کام کو کسی جگہ میں تو کلی طور پر ترک کر دیں جبکہ دوسری جگہ میں اس کام کو کر لیں یا پھر آپ ﷺ کسی ایک وقت میں کسی کام کو کلی طور پر ترک کر دیں لیکن دوسرے وقت میں اس کام کو کر لیں یا پھر آپ ﷺ کسی کام کو ایک معین حالت میں کلی طور پر ترک کر دیں لیکن حالت بدلنے پر اس کام کو کر لیں۔ آپ ﷺ کا کسی کام کو ایک جگہ پر ترک کرنا اور دوسری جگہ پر ترک نہ کرنے کی مثالیں: دعا میں ہاتھ

اٹھانا، صفا، مروہ، عرفہ اور غزوات میں آپ ﷺ نے دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے لیکن خطبہ جمعہ کے دوران دعا کے وقت ہاتھ نہیں اٹھائے۔[40] ہاتھ اٹھانے کی اصل تو ثابت ہے لیکن جمعہ والے دن منبر پر نبی ﷺ نے اس کو ترک کیا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا عرفہ میں رات گزارنے کو ترک کرنا، اس کے باوجود کہ آپ ﷺ نے منیٰ میں رات گزاری۔[41] اسی طرح آپ ﷺ نے مزدلفہ میں بھی رات گزاری۔[42] آپ ﷺ کا کسی کام کو کسی خاص وقت میں ترک کرنا اور دوسرے وقت میں ترک نہ کرنا جیسا کہ آپ ﷺ کا رمضان میں عمرہ کو ترک کرنا حالانکہ آپ ﷺ نے ایک سے زائد عمرے کیے[43] لیکن ان میں سے کوئی بھی رمضان میں نہیں تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا نماز فجر کے علاوہ باقی نمازوں میں تثویب[44] کے حکم کو ترک کرنا۔[45] اسی طرح آپ ﷺ کا کسی فعل کو ایک حالت میں ترک کرنا اور دوسری حالت میں ترک نہ کرنا جیسا کہ آپ ﷺ کا بچے کے رونے کی آواز کو سن کر اس کی ماں پر رحم فرماتے ہوئے نماز کی طوالت کو ترک کرنا۔[46] آپ ﷺ کا ٹیک لگا کر کھانا کھانے کو ترک کرنا جبکہ ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ ﷺ بشریت کے تقاضے کے مطابق اس حالت کے علاوہ اور حالتوں میں کھاتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا چھینکنے والے کو اس کے الحمد للہ کہنے کی صورت میں یرحمك اللہ کہنا اور الحمد للہ نہ کہنے کی صورت میں یرحمك اللہ کہنے کو ترک کر دینا۔[47] رسول اللہ ﷺ کے ترک میں بھی حکمت ہے اور فعل میں بھی حکمت ہے اور ہم پر ان ترک پر عمل کرنا حکمت سے پر ہونے کا سبب ہے لہٰذا اسی میں ہمارا اتحاد پوشیدہ ہے۔ امت مسلمہ پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ترک و فعل کا عمیق مطالعہ کرتے ہوئے اسے رواج دے اور اسی بنیاد پر آئندہ نسلوں کی تربیت کی جائے۔ امت مسلمہ کے لیے یہ بالکل جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت کسی عمل کو مکروہ خیال کرے یا اس کے عدم جواز سے متعلق تشویش کا اظہار کرے۔ البتہ سنت نبویہ کی تصدیق و توثیق کے ساتھ ساتھ ان پر عمل بجالانا امت مسلمہ کے لیے از حد ضروری ہے تاکہ امت مسلمہ انتشار سے محفوظ رہ سکے۔

السنۃ الترکیۃ کی اقسام تقاسیم کے اعتبار کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہیں اب سوال یہ ہے آیا کہ ان اختلافات کا نبی ﷺ کے تروک کی اتباع واقتداء میں بھی کوئی اثر ہے یا نہیں؟ تو اس بات کا جواب درج ذیل مبحث میں دیا گیا ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہم پر نبی ﷺ کی اتباع کو واجب کیا ہے ان تمام چیزوں میں جن کا آپ ﷺ نے حکم دیا یا جن سے آپ ﷺ نے روکا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔[48] (اور جو تم کو رسول ﷺ دے دے اسے لے لو اور وہ جس سے منع کر دے اس سے باز آ جاؤ۔) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔[49] (ان لوگوں کو ڈر جانا چاہیے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ ان کو کوئی فتنہ پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔) قولی، فعلی اور تقریری سنت کا حجت ہونا اور ان کی اتباع کا واجب ہونا اہل سنت والجماعت کے دلوں میں ثابت ہے لیکن میں یہاں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں جس بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے تروک کی اتباع کا کیا حکم ہے؟ اس اعتبار سے کہ وہ ترک بھی فعل ہی ہے اور ترک کی اتباع سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کو آپ ﷺ نے ترک کیا ہو اسے اس لیے ترک کر دیا جائے کہ آپ ﷺ نے اسے ترک کیا تھا۔ اتباع کے حکم کی یہ صورتیں بن سکتی ہیں کہ یا تو واجب ہو یا مستحب ہو یا

جائز، مکروہ یا پھر حرام ہو۔ اب مکروہ اور حرام ہونا تو ناممکن ہے کہ آپ ﷺ سے سوائے حق کے اور کوئی بات صادر ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ ﷺ معصوم عن الخطاء تھے تو باقی جائز، مستحب اور واجب ہی بچے اور ان تمام کا بیان آئندہ اقسام میں ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں تقسیم:

ایسے امور جن میں آپ ﷺ کی پیروی کرنا واجب نہیں ہے اس سے مراد مستحب سے سے نچلا درجہ ہے ایسا نہیں ہے کہ جس کام کو بھی نبی ﷺ نے ترک کیا ہو اس کی اتباع واجب یا مستحب ہو، ترک اپنی صورت میں کام کا مطلق طور پر نہ ہونا ہے اور یہ ایک ایسی نفی ہے جس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس نفی میں نفس کو تھکانا ہے اور اس بارے میں ایک نمایاں قول ہے کہ اگر ترک کے ساتھ ساتھ ترک کے حکم کی بھی صراحت ہو تو اس کی اتباع واجب ہو گی اور اگر آپ ﷺ نے اسے بغیر کسی قول کے ترک کیا ہو تو اس ترک کی اتباع واجب نہیں ہو گی۔[50] یہاں کچھ تروک کا تذکرہ ہے جن کی اتباع واجب نہیں ہے۔ امت کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے احکامات میں تخفیف کی گئی تاکہ لوگ دین سے جڑے رہیں اور ان میں اتحاد واتفاق قائم رہے۔

جب ترک غیر مقصود ہو: ایسے امور جن کا وجود آپ ﷺ کے دور میں نہ تھا۔ جیسے باغیوں سے قتال کرنا اور مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کرنا۔ آپ ﷺ کے دور میں مانعین زکوۃ اور باغی نہ تھے اس لیے ان کے خلاف جہاد وقتال نہیں ہوا۔ لہٰذا امت مسلمہ پر ایسے ترک کی اتباع واجب نہیں ہے کیونکہ دور رسالت ﷺ میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

جس کو نبی ﷺ نے اپنی طبیعت میں کراہت یا ناپسندیدگی ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو تو آپ ﷺ کے ایسے ترک کی اتباع واجب نہیں ہے اور اس کام کو کرنے والے کے لیے اس کا کرنا بغیر کسی حرج کے جائز ہو گا جیسا کہ آپ ﷺ کا "ضب" کا گوشت کھانے کو یہ کہہ کر ترک کر دینا کہ آپ ﷺ اسے ناپسند کرتے ہیں۔[51] اس کے جائز ہونے اور حرج نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ نے اسے آپ ﷺ کے دستر خوان پر کھایا حالانکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ آپ ﷺ نے اس کو نہیں کھایا اور آپ ﷺ نے بھی ان پر کوئی انکار نہیں فرمایا اگر اس حالت میں اتباع واجب ہوتی تو آپ ﷺ ان کو اس بات کی وضاحت فرماتے۔ ایسے اعمال میں سنت کے بارے میں اتباع کا اختیار مباح ہے کیونکہ رسول ﷺ نے بشری تقاضوں کے پیش نظر ان اعمال کو ترک کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے جواز کی صراحت بھی فرما دی۔

جب نبی ﷺ کسی معاملے کو ترک کر دیں اور اس کے آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہونے پر دلیل موجود ہو تو اس کی اتباع بھی واجب نہیں ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا صدقہ کا مال کھانے کو ترک کرنا کیونکہ اس بات پر دلیل موجود ہے کہ صدقہ آپ ﷺ اور آپ کی آل کے لیے حلال نہیں ہے۔[52] اسی طرح آپ ﷺ کا منافقین کی نماز جنازہ کو ترک کرنا کیونکہ اس کام سے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا۔[53] (اور آپ ان میں سے جو بھی فوت ہو جائے اس پر نماز نہ پڑھیے) اس کے علاوہ بھی کئی امور ہیں جو نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھے۔ لیکن آج کے دور میں کسی کے لیے جائز نہیں کہ کسی دوسرے فرد سے متعلق منافق ہونے کا فتویٰ دیتے ہوئے اس کا نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کرے کیونکہ ایسے اعمال امت میں انتشار کو جنم دیں گے جو کہ کسی صورت جائز نہیں۔

آپ ﷺ نے کسی کام کو کسی رکاوٹ کی وجہ سے نہ کیا ہو پھر جب رکاوٹ ختم ہو جائے تو اس کام کا کرنا جائز ہو گا[54] جیسا کہ قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کرنا کیونکہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوا ہے اور اس بات کا بھی احتمال رہتا تھا کہ کہیں کوئی آیت منسوخ نہ ہو جائے اس وجہ سے آپ ﷺ نے قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع نہیں کیا لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد نسخ کا احتمال ختم ہو گیا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کے مشورے سے اسے ایک مصحف میں جمع کر دیا پھر حضرت عثمان نے اسے دوسری مرتبہ جمع کیا۔ اسی طرح نماز تراویح کا جماعت کے ساتھ ادا کرنے کو ترک کرنا کہ کہیں فرض نہ ہو جائے آپ ﷺ کے وصال کے ساتھ یہ مانع بھی ختم ہو گیا کیونکہ آپ ﷺ سے سرزد ہونے والا عمل تو سند کی حیثیت رکھتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ان اعمال کو مستحب سمجھنے کے باوجود ان پر ہمیشگی اختیار کرنے کو ترک کرنا حکمتوں سے بھرپور ہے۔

مذکورہ بالا صورتوں میں آپ ﷺ کی اتباع واجب نہیں ہے اور اتحاد امت مسلمہ کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ایسے معاملات میں امت کے مجموعی مفاد کو پیش نظر رکھا جائے۔

چھٹی تقسیم:

ایسے امور جن میں آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ان امور کا چھوڑنا مستحب ہے۔ السنۃ الترکیۃ بھی حجت ہے جیسا کہ سنت فعلیہ حجت ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ امت مسلمہ کا اتفاق ایک فیصلہ پر ہو سکے اور امت مسلمہ انتشار کا شکار نہ ہو۔ کبھی نبی ﷺ کے کسی امر کو ترک کرنے کی بھی اسی طرح اتباع مستحب ہوتی ہے جس طرح آپ ﷺ کے کیے ہوئے فعل کی اتباع مستحب ہوتی ہے اور یہ درج ذیل حالات میں ہوتی ہے۔

اگر کسی کام کے کرنے سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کام کا ترک کرنا مستحب ہے جیسا کہ بیت اللہ کی عمارت کو شہید کرکے اسے حضرت ابراہیم والی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرنا، اسی طرح منافقین کو قتل کرنا مذکورہ کاموں میں فتنے کا خوف تھا اس لیے آپ ﷺ نے یہ کام نہیں کیے تاکہ عام لوگوں کی رائے آپ ﷺ کے بارے میں غلط نہ ہو جائے۔ لہٰذا فساد کے پیش نظر کسی مستحب فعل کو ترک کرنا بھی عین سنت کے موافق ہے اور امت مسلمہ پر لازم ہے کہ معاملات میں فہم کی روش عین سنت نبوی کے مطابق اپنائیں۔

بعض کام آپ ﷺ نے اپنی امت پر شفقت کی وجہ سے ترک کیے جیسا کہ عشاء کی نماز کو بہت زیادہ مؤخر کرنا اس میں امت کے لیے مشقت ہے اس لیے السنۃ الترکیۃ پر عمل کرتے ہوئے عشاء کی نماز کو بہت زیادہ مؤخر نہ کرنا مستحب ہے۔[55] لہٰذا ایسے معاملات امت کے لیے سہولت کی مانند ہیں اور امت مسلمہ کے اتحاد کا تقاضا ہے کہ جن معاملات میں لچک دی گئی ہے ان میں نرمی کا برتاؤ اختیار کیا جائے تاکہ امت مسلمہ کا دینی تعلق مضبوط اور گہرا ہو سکے۔

کسی کام کا مقصد فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کام کا ترک مستحب ہے۔ جو شخص خطابت کے منصب پر فائز ہو اسے چاہیے کہ وہ السنۃ الترکیۃ پر عمل کرتے ہوئے کبھی کبھی وعظ کو ترک کر دیا کرے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں جیسا کہ نبی ﷺ کرتے تھے۔[56] جبکہ آپ ﷺ کا صحابہ کے نزدیک مقام و مرتبہ بہت زیادہ بلند تھا تو دوسرے لوگ تو اس کو ترک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ وعظ اگر اس قدر طویل کیا

جائے کہ سامعین اکتا جائیں تو اس سے وعظ کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: یَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا۔[57] (آسانیاں پیدا کرو تنگی نہ کرو۔) لہٰذا ایک داعی کے لیے لازم ہے کہ اسوہ حسنہ پر عمل کو لازم جانتے ہوئے ان طرق کی پیروی کرے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امت مسلمہ کا باہمی تعلق مضبوط اور گہرا ہوتا چلا جائے گا۔

جب نبی ﷺ نے کسی کام کے کرنے کو کسی خاص شخص کو ادب سکھانے کے لیے ترک کر دیا ہو یا اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ترک کر دیا ہو کہ اس کام کو کوئی اور دوبارہ نہ کرے یا لوگوں کو کسی کام سے روکنے کے لیے کوئی کام ترک کر دیا ہو تو آپ ﷺ کے ترک کی اتباع مستحب ہے۔ جیسا کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خودکشی کے عمل سے روکنے کے لیے نہیں پڑھائی[58] تاکہ لوگ اس کام سے بچ جائیں۔اسی طرح آپ ﷺ نے مال غنیمت چوری کرنے والے کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔[59] چنانچہ امام کے لیے بھی مستحب ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ترک کی اتباع کرتے ہوئے ان دو قسم کے لوگوں پر نماز جنازہ نہ پڑھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا اس شخص کو یرحمک اللہ نہ کہنا جس نے چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہیں کہا، اسی لیے عوام الناس کے لیے بھی مستحب ہے کہ وہ نبی ﷺ کے یرحمک اللہ کو ترک کرنے کی اتباع میں اس چھینکنے والے کو یرحمک اللہ نہ کہیں جو چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے۔ عام طور پر یہ معاملات زیادہ زیر غور نہیں رکھے جاتے لیکن ان معاملات میں بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع بجالانا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ امت میں اتحاد واتفاق کے خوگر اعمال ہیں۔

جب نبی ﷺ کا دو معاملوں میں سے آخری معاملہ ترک کرنا ہو تو اس کام کے کرنے کی بجائے اس کے ترک کی اتباع مستحب ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا بالوں کو سیدھا چھوڑنے کے بعد ان میں مانگ نکالنا، مانگ نکالنے کی حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ بالوں میں مانگ نکالنا سنت ہے اور یہ بال سیدھے چھوڑنے سے زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ نبی ﷺ کے دو معاملوں میں سے آخری معاملہ ہے۔[60] اسی طرح معاملہ ہے آگ پر پکی چیز پر وضو کو ترک کرنے کا کیونکہ نبی ﷺ کا آخری عمل یہی تھا۔[61] پہلے کیے جانے والے فعل کو متروک ہی سمجھا جائے گا کیونکہ اس کا کرنا ضروری ہوتا تو رسول ﷺ اسے ترک کیوں فرماتے؟ لہٰذا امت مسلمہ پر واجب ہے کہ مؤخر اعمال کو بالاتفاق رائے تسلیم کریں تاکہ امت مسلمہ ایک عمل پر متحد رہے۔

اگر آپ ﷺ نے کسی کام کو کفار کی مخالفت کی وجہ سے ترک کر دیا ہو جو ہمارے عقیدے کے خلاف نہ ہو تو اس کام کا ترک کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ یہود کی مخالفت کرنے کے لیے آپ ﷺ نے دس محرم کے روزے کو ترک کر دیا اور اس کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنے کا فرمایا۔ لہٰذا صرف دس محرم کے روزے کو یہود کی مخالفت کی نیت سے ترک کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مشرکین کی مخالفت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کیا کرو مونچھیں کترواکر اور ڈاڑھی کو بڑھا کر۔[62] مجوسیوں کی مخالفت کے سلسلے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو کتراؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مجوس یعنی آتش پرستوں کی مخالفت کیا کرو۔[63] ایسے اعمال پر تو شدومد سے عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ رسول ﷺ نے اپنی امت کے ظاہر کی مماثلت بھی اہل کفار سے پسند نہیں فرمائی اور یہ امت مسلمہ کی امتیازی پہچان ہونی چاہیے جو ان کے اتحاد کی ایک دلیل ہے۔

جب نبی ﷺ نے کسی کام کو کرنے کا ارادہ کیا ہو پھر اس کام کو ترک کر دیا ہو تو جس کام کو کرنے کا آپ ﷺ نے ارادہ کیا اس کی اتباع مستحب ہے کیونکہ نبی ﷺ اپنے بارے میں ایسے کام کی خبر نہیں دیتے جس میں نافرمانی ہو۔[64] جیسے کسی کام کا آپ ﷺ نے ارادہ کیا لیکن اس پر عمل کرنے سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا تو آپ ﷺ نے جس کام کا ارادہ کیا اس پر عمل کرنا مستحب ہے جیسے دس محرم کے روزے کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے پہلے آپ ﷺ کا وصال ہو گیا للذا دس محرم کے روزے کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ امت مسلمہ کو چاہیے کہ ضرور بالضرور رسول اللہ ﷺ کے ترغیب دلائے گئے اعمال بجالائے اور آخری امت اپنے امتیازی اوصاف میں اتحاد کی بدولت سب سے منفرد نظر آئے۔

مذکورہ اقسام میں اعتبار ان دلائل اور حجتوں کا ہو گا جن کو مصلحت بناتے ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو ترک کر دیا اور یہ ترک امت کے لیے ایسی نشاندہی کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جن پر عمل میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ باریک بینی کے معاملات ہیں جن میں واضح احکامات فرما کر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے عمل کی راہیں انتہائی آسان کر دیں۔

ساتویں تقسیم:

ایسے امور جن کو آپ ﷺ نے ترک کیا ہے تو آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ان امور کا ترک کرنا واجب ہے لیکن اس قسم کے ترک کی کچھ شرائط ہیں۔[65] گویا کہ یہ تقسیم شرائط کے اعتبار سے ہے۔

شرط اول اس فعل کا تقاضا کرنے والے امور کا موجود ہونا: کسی کام کی ضرورت تھی لیکن آپ ﷺ نے وہ کام نہیں کیا تو اس کام کا ترک کرنا واجب ہے۔ جیسے نماز عید کے لیے اذان واقامت کہنا۔ اس کی ضرورت تھی اور تقاضا بھی تھا کہ لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اعلان کیا جائے لیکن آپ ﷺ نے نہیں کیا للذا اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ یہ مناسب نہیں کہ دور حاضر میں کسی عذر کو پیش کرتے ہوئے ان اعمال کے جواز کی راہ نکالی جائے بلکہ ایسا کرنا فتنہ و فساد کو جنم دے گا۔

شرط دوم اس کام کو ترک کرنا ہی مقصود ہو: ایسا کام جو آپ ﷺ نے قصداً ترک کیا ہو جیسا کہ خطبہ جمعہ میں منبر پر دعا کے وقت ہاتھ نہ اٹھانا۔ آپ ﷺ نے اس موقعہ پر ہاتھ قصداً نہیں اٹھائے للذا اس فعل کا ترک کرنا واجب ہے۔ ایسے عمل میں امت مسلمہ کو چاہیے کہ عین سنت رسول ﷺ کی اتباع کا اہتمام کریں تاکہ امت مسلمہ ایک ہی عمل پر کاربند رہے۔ اگر ترک کا قصد نہ کیا گیا ہو تو ترک کی اتباع واجب نہیں ہو گی جیسا کہ آپ ﷺ کا نماز کے اوقات کی تحدید میں فلکی حساب سے مدد چاہنے کو ترک کرنا۔

شرط سوم ترک کلی ہو: آپ ﷺ نے کسی کام کو ہر اعتبار سے یا کسی ایک اعتبار سے کلی طور پر ترک کر دیا ہو جیسا کہ آپ ﷺ کا نماز جنازہ اور عیدین کے لیے اذان واقامت کا ترک کرنا، جمعہ والے دن منبر پر دعا کرتے ہوئے ہاتھوں کے اٹھانے کو ترک کر دینا لیکن جب آپ ﷺ کا ترک ہر اعتبار سے جزئی ہو اگرچہ اکثر اوقات ہی ایسا ہو تو آپ ﷺ کے ترک کی اتباع واجب نہیں ہو گی جیسا کہ آپ ﷺ کا جزئی طور پر چاشت کی نماز کو ترک کرنا[66] اور سفر میں افطار کو ترک کرنا اور حالت حضر میں روزے کو ترک کرنا حتیٰ کہ کہا جاتا کہ آپ ﷺ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔[67] ان تمام افعال میں ترک کلی کو لازماً اختیار کیا جائے گا اور ترک جزئی میں اختیار ہو گا کہ اس پر مکمل عمل کیا جائے یا نہ۔ اسی گنجائش سے امت مسلمہ میں آسانی قائم رہے گی اور یہی اتحاد کی راہ ہموار کرنے والے افعال ہیں۔

شرط چہارم اس کام سے کوئی چیز مانع نہ ہو: جب آپ ﷺ نے کوئی کام ترک کر دیا ہو اور اس کام کو کرنے کا تقاضا کرنے والے امور بھی موجود ہوں اس کا ترک کلی طور پر ہو، اس کو ترک کرنے کا قصد بھی کیا گیا ہو، اس کام سے کوئی مانع بھی نہ ہو تو اس ترک کی اتباع واجب ہو گی۔ اگر اس کام سے کوئی مانع موجود ہو تو اس کی اتباع واجب نہیں ہو گی جیسا کہ آپ ﷺ کا نو محرم کے روزے کو ترک کرنا۔ اس دن کے روزے سے آپ ﷺ کے وصال کے علاوہ اور کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ اسی طرح آپ کا تراویح کی باجماعت نماز کو ترک کرنا اس چیز سے مانع یہ خوف تھا کہ کہیں یہ آپ ﷺ کی امت پر فرض نہ ہو جائے۔ ایسے معاملات میں امت مسلمہ ان افعال کو ثواب کی نیت سے بجالائے لیکن ان پر ہمیشگی کا معاملہ اختیاری ہے۔

شرط پنجم جواز کی دلیل نہ ہو: اگر اس کام کے جواز پر کوئی شرعی دلیل موجود ہو تو اتباع کے وجوب میں پچھلی چار شرطوں کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا بلکہ اس کام کا کرنا جائز ہو گا جیسا کہ آپ کا رمضان میں عمرہ کو ترک کرنا جبکہ آپ ﷺ نے خود ہی رمضان میں عمرہ کی فضیلت [68] بیان کرکے اس کی ترغیب دلائی ہے تو رمضان المبارک میں عمرہ کرنا جائز ہو گا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا اذان کہنے کو ترک کرنا جبکہ آپ ﷺ نے خود ہی اذان کہنے والوں کی فضیلت کو بیان کیا۔[69] لہٰذا اذان دینا باعث ثواب وفضیلت ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا "ضب" کے کھانے کو ترک کر دینا اور خود اس کے کھانے کو برقرار بھی رکھنا۔[70] اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے تروک ہیں جن کاموں کو کرنے کے جواز پر دلائل بھی موجود ہیں۔ اتحاد امت مسلمہ کا تقاضا ہے کہ ان امور میں اختیارات کو پیش نظر رکھا جائے۔

بیان کردہ تمام مور کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے نجی معاملات سے نہ تھا بلکہ ان میں ترک اور وجوب کا حکم صرف اور صرف امت مسلمہ کے مشترکہ مفادات کے پیش نظر لگایا گیا لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ السنة التركية پر عمل اتحاد واتفاق قائم رکھنے کے لیے کس قدر ضروری ہے؟

السنة التركية کی پیروی کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کام کو آپ ﷺ نے نہیں کیا تو ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اس کام کو ترک کر دیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا-[71] (جو رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس بات سے تم کو منع کریں اس سے رک جاؤ۔) دوسری جگہ پر فرمایا: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ-[72] (ان لوگوں کو ڈر جانا چاہیے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ ان کو کوئی فتنہ پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچے۔) رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے ہمیں ہر شعبہ ہائے حیات سے متعلق عین راہنمائی ملتی ہے اور یہ کسی معجزہ سے کم نہیں جبکہ دیگر اقوام کے راہنما کسی ایک جہت کے بارے میں راہنمائی کرتے ملتے ہیں۔ امت مسلمہ کے اتحاد کو قائم کرنے کے لیے انہیں اسوہ حسنہ کی صورت میں ایک ایسی "رسی" عطا کی گئی ہے جسے تھامے رکھنے میں ان کی دونوں جہانوں کی نجات مضمر ہے۔ آپ ﷺ کا کسی فعل کو ترک کرنا بھی سنت ہے اور امت کے کسی فرد کا اس عمل کا ارتکاب کرنا بدعت ہے خواہ وہ کوئی بھی دلیل پیش کرے۔ لہٰذا امت مسلمہ کو بدعات سے متنبہ کرنا دور حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

نتائج:

نبی ﷺ کے ترک کو سنت اعتبار کرنے کے لیے کچھ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ السنة التركية کی مختلف اقسام ہیں اور یہ تقسیم کے

اعتبارات کے اختلاف کی وجہ سے ہیں۔ نبی ﷺ کے کسی کام کو ترک کرنے کی علت کبھی قطعی ہوتی ہے اور کبھی ظنی ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کے تروک کی اتباع کا حکم مختلف ہوتا ہے ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو چند شرائط کے ساتھ واجب ہوتے ہیں اور کچھ واجب نہیں ہوتے۔ نبی ﷺ کے تروک کی بہت سی دلالتیں ہیں ان میں سے کچھ کام کے جواز اور اس کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں، کچھ عموم پر دلالت کرتی ہیں، کچھ عام کو خاص کرنے پر دلالت کرتی ہیں، کچھ ایسی ہیں جو کچھ شرائط کے ساتھ نسخ پر دلالت کرتی ہیں، کچھ متروکہ کام کے عدم صحت پر دلالت کرتی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو اس کام کی عدم مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں۔ مشروعہ امور کو کرنے کا حکم مختلف ہوتا ہے ان میں سے کچھ بدعت و گمراہی ہوتے ہیں، کچھ حرام ہوتے ہیں اور کچھ مکروہ ہوتے ہیں۔

سفارشات:

السنۃ الترکیۃ کے مفہوم کو اس کی شرائط کے بیان کے ساتھ تحریر کیا جائے کیونکہ اس لاعلمی کی وجہ سے اس ترک میں جو سنت ہے اور اس ترک میں جو سنت نہیں ہے، اختلاط واقع ہو جاتا ہے۔ انسان ان دونوں میں تمیز نہیں کر پاتا جیسا کہ تمام اہل بدعت کے ساتھ یہی معاملہ ہی ہوا ہے۔ السنۃ الترکیۃ بھی اسی طرح حجت ہے جس طرح سنت فعلیہ حجت ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی امت مسلمہ کے لیے اسوہ حسنہ ہے خواہ کوئی مسلمان زندگی کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ ہو۔ لہٰذا امت مسلمہ جو کہ آج کے دور میں انتشار اور فرقوں کی زد میں آچکی ہے اس کی تجدید نو کے لیے یہ لازم ہے کہ سیرت مصطفیٰ کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا جائے اور نبی ﷺ کے زندگی کے ہر ہر پہلو سے آج کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے راہنمائی لی جائے کیونکہ سنت کے محفوظ رہنے کا اعجاز اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سنت کو ہر دور میں مقدم رکھتے ہوئے لاگو کیا جائے تاکہ امت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق قائم رہ سکے۔ اگر امت مسلمہ کو ایک طریقہ ہائے حیات نہ دیا جاتا تو وہ منتشر ہو جاتی جیسا کہ آج کے دور میں دیکھا جا رہا ہے کہ سنت صحیحہ پر عمل نہ کرتے ہوئے نئی نئی بدعات ایجاد کرنے والے طبقات کس قدر انتشار اور افراط و تفریط کا شکار ہیں۔

@ 2021 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution CC-BY http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/

[1] ابن تیمیہ السنۃ الترکیۃ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول ﷺ کا کوئی کام اپنی امت کے بیان کے لیے اس کے مقتضی کے ہونے اور کسی مانع کے نہ ہونے کے باوجود چھوڑ دینا، وہ تمام امور السنۃ الترکیۃ سے خارج ہو جائیں گے جن کو رسول ﷺ نے عدم قدرت کی بنا پر ترک کیا یا ایسے امور جن کو ترک کرنے کے اس وقت کے حالات متقاضی تھے یا کوئی مانع موجود تھا یا ایسے امور جن کو آپ نے کسی خصوصیت کی وجہ سے ترک کیا۔ اسی طرح وہ کام ''ترک النبی'' میں شامل نہ ہوں گے جو آپ نے ان کاموں کا وجود بالکل نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑے کیونکہ ان میں اختیار کا عنصر موجود

نہیں تھا، لہذا گاڑی پر سواری نہ کرنے، خیراتی ادارے نہ بنانے اور رسالے شائع نہ کرنے سے ان اشیاء کی نفی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ اشیاء دور رسالت میں موجود ہی نہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان اشیاء پر قادر نہ تھے۔ ان اشیاء کا حکم دوسرے دلائل سے معلوم کیا جا سکتا ہے کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار صرف "ترک" پر ہی نہیں ہے بلکہ دیگر دلائل بھی موجود ہیں۔

2 محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح** (الریاض: دار السلام، ۱۴۱۹ھ)، حدیث ۱۴۴۵.

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismaīl, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi',* (Riaz: Dār al Sālam, 1419 AH), Ḥadīth # 1445

3 الاحزاب: ۲۱.

Sūrah Al 'Ahzab, 21

4 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۳۳۵۸.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 3358

5 مسلم بن الحجاج القشیری، **الصحیح** (الریاض: دار السلام، ۲۰۰۰ء)، حدیث: ۸۸۵.

Muslim, *Al Ṣaḥīḥ* (Riaz: Dār al Sālam, 2000 AD),Ḥadīth # 885

6 مسلم، **الصحیح**، حدیث: ۸۸۵.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 885

7 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۶۶۴.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 664

8 ایضا، حدیث: ۱۵۸۵.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 1585

9 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۵۵۳۶.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 5536

10 مسلم، **الصحیح**، حدیث: ۳۸۷.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ*,Ḥadīth # 387

11 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۸۸۷

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 887

12 سلیمان بن الاشعث ابوداؤد، **السنن** (الریاض: دار السلام، ۱۴۳۰ھ) حدیث: ۱۹۲.

Abū Dā'ūd Sulaymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī,*Sunan Abī Dāwūd,* (Riaz: Dār al Sālam, 1430 AH) Ḥadīth #192

13 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۸۸۷.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 887

14 احمد بن حنبل، **المسند** (قاہرہ: دار الحدیث، ۱۴۱۶ھ)، حدیث: ۲۱۰۶.

Ibn Ḥambal, Aḥmad, *Al Musnad,* (Cairo: Dār al- Ḥadīth, 1416 AH), Ḥadīth #2106

[15] محمد بن عیسیٰ الترمذی، **السنن** (الریاض: دار السلام، ۱۴۳۰ھ)، حدیث: ۱۶۰۶.

Al Tirmidhī, Muḥammad bin Isa. *Sunan al Tirmidhī,* (Riaz: Dār al Sālam, 1430 AH), Ḥadīth # 1606

[16] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۵۵۳۶.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 5536

[17] ایضا، حدیث: ۸۵۳.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 853

[18] ایضا، حدیث: ۹۲۴.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 924

[19] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۸۸۷.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 887

[20] ایضا، حدیث: ۱۵۸۵.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 1585

[21] حضرت ابراہیم چونکہ آپ ﷺ کے آباء واجداد میں سے ہیں۔

[22] الترمذی، **السنن**، حدیث: ۱۰۶۸.

Al Tirmidhī, Muḥammad bin 'Esa, *Sunan al Tirmidhī*, Ḥadīth #1068

[23] احمد بن حنبل، **المسند**، حدیث: ۲۱۰۶.

Ibn Ḥambal, *Al Musnad,* Ḥadīth # 2106

[24] مسلم، **الصحیح**، حدیث: ۸۸۵.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 885

[25] ایضا، حدیث: ۲۸۶۷.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 2867

[26] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۶۶۴، احمد بن حنبل، **المسند**، حدیث: ۷۸۹۶.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 664, Ibn Ḥambal, *Al Musnad,* Ḥadīth # 7896

[27] بچے کو دودھ پلانے کی مدت کے دوران اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا۔

[28] مسلم، **الصحیح**، حدیث: ۱۴۴۲.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 1442

[29] قاضی عیاض بن موسیٰ، **شرح صحیح مسلم** (مصر: دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ)، ۶: ۵۲۷.

Qazi Ayaz bin Moosa, Sharah Sahih Muslim, (Misar: Dār al Wafa lil Tabath wa al Nashar wa al Touze, 1419 AH), 527:6

30الترمذی،**السنن**،حدیث:۱۸۳۰.

Al Tirmidhī, Muḥammad bin ʻEsa, *Sunan al Tirmidhī*, Ḥadīth #1830

31احمد بن حنبل،**المسند**،حدیث:۷۵۱۳.

Ibn Ḥambal, *Al Musnad,* Ḥadīth # 7513

32احمد بن شعیب النسائی،**السنن**(حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ،۱۴۰۶ھ)،حدیث:۱۳۳.

Ahmad ibn Shu`ayb al-Nasā'ī,*Sunan al-Nasā'ī,*(Riaz: Dār al Sālam, 1420 AH) Ḥadīth #133

33البخاری،**الجامع الصحیح**،حدیث:۳۳۵۸.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 3358

34ایضا،حدیث:۷۰۷.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 707

35ایضا،حدیث:۵۸۶۶،۷۲۹۸.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 5866, 7298

36احمد بن حنبل،**المسند**،حدیث:۷۴۰۶.

Ibn Ḥambal, *Al Musnad,* Ḥadīth # 7406

37البخاری،**الجامع الصحیح**،حدیث:۴۲۹۲.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 4292

38الترمذی،**السنن**،حدیث:۷۶۹.

Al Tirmidhī, Muḥammad bin ʻEsa, *Sunan al Tirmidhī*, Ḥadīth #769

39مسلم،**الصحیح**،حدیث:۱۸۷۶.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 1876

40الترمذی،**السنن**،حدیث:۵۱۵.

Al Tirmidhī, Muḥammad bin ʻEsa, *Sunan al Tirmidhī*, Ḥadīth #515

41البخاری،**الجامع الصحیح**،حدیث:۱۶۳۴.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 1634

42ایضا،حدیث:۱۶۸۴.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 1684

43البخاری،**الجامع الصحیح**،حدیث:۱۷۷۸.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 1778

44فجر کی اذان میں تثویب کا مطلب الصَّلَاةُ خَيْرٌمِنَ النَّوْم کہنا ہے۔(الحسن بن علی بن نصر الطوسی، **مختصر الاحکام**(مدینہ منورہ: مکتبہ الغرباء الاثریہ،۱۴۱۵ھ)،۲:۱۶.

Al Hassan bin Ali, *Mukhtasar al Ahkam*, (Madina Munnawara: Maktabah al Ghuraba al Asriyah, 1415 AH), 16:2

45 علی بن عمر الدار قطنی، **السنن** (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۴ھ)، حدیث: ۹۴۷، ۹۴۵.

Ali bin Umar al Dar Qutni, *Sunan*, (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 1424 AH), Ḥadīth # 945, 947

46 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۷۰۷.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 707

47 محمد بن اسماعیل البخاری، **الادب المفرد** (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ)، حدیث: ۹۳۲، ۹۳۱.

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismaīl, *Al A'dab al* Mufarrad, (Beruit: Dār al Bashair al Islamia, 1409 AH), Ḥadīth # 931,932

48 الحشر: ۷.

Sūrah Al-Hashr 7

49 النور: ۶۳.

Sūrah An-Noor 63

50 علی بن عقیل البغدادی، **الواضح فی اصول الفقہ** (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ)، ۴: ۱۳۸.

Ali bin Aqeel al Baghdadi, *Al Wazih fi Usool al Fiqh*, (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 1420 AH), 138:4

51 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۵۵۳۶.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 5536

52 مسلم، **الصحیح**، حدیث: ۱۰۷۲.

Muslim, *Al Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth # 1072

53 التوبۃ: ۸۴.

Sūrah At-Taubah 84

54 احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی** (مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، ۱۴۱۶ھ)، ۲۶: ۱۷۲.

Ahmad Bin Abdul Halim ibn e Taimyah, *Majmooe al Fatawa*, (Madina Munawara: Majma al Malik Fahad, 1416 AH), 172:26

55 احمد بن حنبل، **المسند**، حدیث: ۷۴۰۶.

Ibn Ḥambal, *Al Musnad,* Ḥadīth # 7406

56 البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۶۸.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 68

57 ایضاً، حدیث: ۶۹.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 69

[58] الترمذی، **السنن**، حدیث: ۱۰۶۸.

Al Tirmidhī, Muḥammad bin 'Esa, *Sunan al Tirmidhī*, Ḥadīth #1068

[59] ابوداؤد، **السنن**، حدیث: ۲۷۱۰.

Abū Dā'ūd Sulaymān ibn al-Ash'ath,*Sunan Abī Dāwūd,* Ḥadīth #2710

[60] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۳۳۵۸.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 3358

[61] مالک بن انس، **موطا**(بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ)، حدیث: ۲۶.

Malik bin Anas, *Muwatta*, (Beirut: Dār Iḥyā' al Turus al 'Arabī, 1406 AH), Ḥadīth # 26

[62] مسلم، **الصحیح**، حدیث: ۲۵۹.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 259

[63] ایضا، حدیث: ۲۶۰.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 260

[64] قاضی محمد بن عبداللہ ابن العربی، **المسالک فی شرح موطامالک**(بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۴۲۸ھ)، ۳: ۲۳.

Qazi Muhammad bin Abdullah ibn al Arbi, *al Masalic fi Sharah Moutah Malic*,(Beirut: Dār al Gharb al Islāmī, 1428 AH), 23:3

[65] ابن تیمیہ، **مجموع الفتاوی**، ۲۶: ۱۷۲.

Ibn e Taimyah, *Majmooe al Fatawa*, 172:26

[66] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۴۲۹۲.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 4292

[67] الترمذی، **السنن**، حدیث: ۷۶۹.

Al Tirmidhī, Muḥammad bin 'Esa, *Sunan al Tirmidhī*, Ḥadīth #769

[68] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۱۷۸۲.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 1782

[69] مسلم، **الصحیح**، حدیث: ۳۸۷.

Muslim,*Al Ṣaḥīḥ,*Ḥadīth # 387

[70] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۵۵۳۶.

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 5536

[71] الحشر: ۷.

Sūrah Al-Hashr 7

72النور:٦٣.

Sūrah An-Noor 63